اسلامی قانونِ شہادت میں معیارِ عدالت

عرفان خالد ڈِھلّوں*

امام ابوبکر احمد بن عمرو خصافؒ (م-۲۶۱ھ) نے ادب القاضی میں تابعی ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام جب کسی مقدمہ کا فیصلہ کرتے تو آسمان سے ایک زنجیر اترتی، فریقین اس زنجیر کی طرف بڑھتے، ان میں سے جو فریق سچا ہوتا تو زنجیر اس کے قریب ہو جاتی اور وہ اس کو پکڑ لیتا۔ جھوٹا فریق اس زنجیر کو نہیں پکڑ سکتا تھا۔ حضرت داوٗد علیہ السلام اس زنجیر کے ذریعے فیصلے فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے کچھ دینار بوڑھے شخص کے پاس بطور امانت رکھوائے تھے۔ بوڑھے شخص نے دیناروں کا انکار کر دیا۔ دونوں اپنا مقدمہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے پاس لے کر آئے۔ بوڑھے شخص نے اپنی لاٹھی میں سوراخ کر کے دینار اس میں چھپا دیئے۔ دورانِ کارروائی جب زنجیر مدعی کے پاس آئی تو اس نے اس کو پکڑ لیا۔ پھر بوڑھے شخص نے مدعی کو کہا: میری لاٹھی لے لو تاکہ میں زنجیر کو پکڑ لوں۔ اس نے بھی زنجیر کو پکڑ لیا اور وہ اپنے انکار میں سچا ثابت ہوا۔ حضرت داوٗد علیہ السلام یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو واقعہ کی حقیقت اور بوڑھے کی حیلہ سازی سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد زنجیر اٹھالی گئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان سے گواہ طلب کریں اور اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھائیں (۱)۔

اس آسمانی زنجیر کا ثبوت ایک اور روایت سے بھی ملتا ہے۔ محدّث عبدالرزاقؒ (م-۲۱۱ھ) نے قاضی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ سے روایت نقل کی ہے۔ وہ حضرت ابوالدرداءؓ کی عدالت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پاس دو اشخاص ایک گھوڑے کا مقدمہ لے کر آئے۔ دونوں ہی نے اس گھوڑے کا مالک ہونے کا ثبوت پیش کر دیا۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے فریقین کے بیانات اور گواہیاں سننے کے بعد فرمایا: تم میں سے ایک یقیناً جھوٹا ہے۔ پھر آپ نے وہ گھوڑا دونوں کے درمیان مشترکہ ملکیت قرار دے دیا۔ اس موقع پر حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا تھا: وما أحوجكما إلى السلسلة مثل سلسلة بني اسرآئيل كانت تنزل فتأخذ بعنق الظالم (۲) تم لوگوں کے لیے بنی اسرائیل جیسی زنجیر کی ضرورت ہے۔ وہ زنجیر اترتی اور ظالم کی گردن پکڑ لیتی تھی۔

مندرجہ بالا دونوں روایات کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے عہد میں زنجیر والا یہ واقعہ ہونے کے بعد ثبوتِ حق میں گواہ طلب کیے جانے لگے۔ اپنا حق ثابت کرنے کے لیے گواہ پیش کرنے کی ذمہ داری مدعی پر ہوتی ہے۔ اس بارے میں ایک حدیث ہے جسے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعىٰ عَلَيْهِ" (۳)

بارِ ثبوت مدعی پر ہے اور قسم مدعی علیہ پر ہے۔

---

*ایسوسی ایٹ پروفیسر/ چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور، پاکستان

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کہا جاتا ہے کہ خطیبِ عرب قُس بن ساعدہ الاِیادی پہلے شخص تھے جنھوں نے یہ الفاظ اختراع کیے:

البینة علی من ادّعٰی والیمین علی من انکر

مدعی پر بارِ ثبوت ہے اور مدعی علیہ پر قسم ہے

جواب ایک مسلّم قانونی اصول بن چکے ہیں۔ دنیا کے تمام نظام ہائے قوانین میں اس اصول کی پاسداری کی جاتی ہے۔ قُس بن ساعدہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل فوت ہو گئے تھے (۴)۔

قُس بن ساعدہ الاِیادی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

يَرْحَمُ اللّٰهُ قُسًّا إِنِّي لأَرْجُو أَنْ يَّبْعَثَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أُمَّةً وَّاحِدَةً (۵)

اللہ تعالیٰ قُس پر رحم فرمائے، میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے ایک امت کے طور پر اٹھائے گا۔

الْبَيِّـــنَةُ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے حق پورے طور پر واضح اور ثابت ہو سکے۔ قاضی کے سامنے اپنا حق ثابت کرنے کے لیے مدعی کی طرف سے متعدد وسائل استعمال کیے جاتے ہیں۔ اہم وسائل اثبات یہ ہیں: اقرار، گواہی، قرینہ، قسم، قسامہ، قیافہ اور قرعہ۔ مدعی اپنے دعوی کے اثبات میں جس شخص کو بطور گواہ لائے اس میں صفتِ عدالت کا پایا جانا ضروری ہے۔ وہ شخص عادل ہونا چاہیے اور اس کی گواہی پر فریقین کا راضی ہونا بھی لازمی ہے۔

قرآن مجید اس بات کی تلقین کرتا ہے کہ جب بھی ہم کسی کو گواہ مقرر کریں تو وہ عادل ہونا چاہیے۔ گواہ کی عدالت کے بارے میں قرآن مجید میں یوں فرمایا گیا ہے:

﴿وَأَشْهِدُوا ذَوَىْ عَدْلٍ مِنْكُمْ﴾ [الطلاق ۶۵ : ۲]

"اور گواہ مقرر کرلو دو عادل آدمی اپنے میں سے۔"

اسی حوالے سے قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ﴾ [البقرة ۲: ۲۸۲]

"ان لوگوں میں سے جنہیں تم پسند کرتے ہو (اپنے لیے) گواہ"

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ گواہ عادل ہونا چاہیے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی دیانت اور امانت پر فریقین راضی ہوں۔ یہ چیز بھی اس کی عدالت میں شامل ہے۔

وکیعؒ (م-۳۰۶ھ) نے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ امام حسن بصریؒ (م-۱۱۰ھ) کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: اے ابوسعید! قاضی ایاسؒ نے میری گواہی رد کر دی ہے۔ امام حسنؒ اس کے ساتھ گئے، قاضی ایاسؒ سے ملے اور کہا: آپ نے اس کی گواہی کیوں رد کی، کیا آپ تک یہ بات نہیں پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مَنِ اسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَأَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا، فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهِ، جس نے ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا، وہ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

مسلمان ہے۔اس کے لیے اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ ہے۔اس پر ایک شخص نے امام حسنؒ سے کہا: اے شیخ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ [البقرۃ ۲:۲۸۲]، اور آپ کا آدمی ان گواہوں میں سے نہیں جن پر راضی ہوا گیا ہے(۶)۔

عدالت کا لغوی معنیٰ:

لفظ "عدالت" عَدُلَ يَعْدُلُ عَدْلٌ سے مصدر ہے یعنی عادل ہونا اور عدل کا لغوی معنیٰ ہے: ما قام فی النفوس انه مستقیم وھو ضد الجور (۷) یعنی عدل وہ چیز ہے جس سے نفوس صحیح وسلیم رہتے ہیں اور عدل کی ضد ظلم وجور ہے۔ العدل ھو الذی لا یمیل به الھوی فیجور فی الحکم یعنی عدل سے انسان خواہشاتِ نفس کی طرف مائل نہیں ہوتا کہ پھر وہ کوئی فیصلہ کرنے میں ظلم کرے۔و العدل: الحکم بالحق (۸) اور عدل سے مراد وہ حکم ہے جو حق وانصاف پر مبنی ہو۔لغت میں عدل کے ایک سے زیادہ معانی ہیں، مثلاً:

۱۔رضا

﴿وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ [الطلاق ۶۵: ۲]

"اور اپنے میں سے ان دو مَردوں کو گواہ کرلو جن کے دین وامانت پر تم راضی ہو۔"

امام بخاریؒ (م-۲۵۶ھ) نے اسی مفہوم میں اپنی کتاب صحیح البخاری میں باب الشهداء عدول کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے(۹)۔

۲۔ توسط: یعنی بغیر کسی زیادتی یا نقصان کے کسی کام میں درمیانی راہ۔

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ [البقرة ۲:۱۴۳]

"اور اسی طرح ہم نے تم کو امتِ معتدل بنایا"

وَسَطًا سے مراد عدولاً ہے(۱۰)۔

۳۔بدلہ ومعاوضہ

﴿وَ لَا يُؤخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ﴾ [البقرة ۲:۴۸]

"اور نہ کسی سے کسی طرح کا بدلہ قبول کیا جائے گا "

۴۔اِشتراک

﴿ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ﴾ [الأنعام ۶: ۱]

"پھر بھی جنھوں نے کفر کیا وہ اپنے رب کے ساتھ (اوروں کو) شریک ٹھیراتے ہیں۔"

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۵۔برابری ومساوات

﴿اَوْعَدْلُ ذٰلِکَ صِیَامًا﴾ [المائدة ۵:۹۵]

یااس کے برابرروزے رکھے

ان کےعلاوہ عدل کےمعانی کیل(ماپنے کا آلہ)اوراستقامت کےبھی آتے ہیں(۱۱)۔

عدالت کی اصطلاحی تعریف:

علمائے اصولِ فقہ نے عدالت پر بحث کرتے ہوئے اس کی تعریف کی ہے۔چند نمائندہ اصولیین کی تعریفیں ذیل میں درج ہیں جن سے عدالت کامعنی ومفہوم نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔

حنفی اصولی امام جصاصؒ (م-۳۷۰ھ) نے عدالت کی تعریف یوں کی ہے:

اما العدالة فأصلها الإيمان واجتناب الكبائر ومراعاة حقوق اللّٰه عزوجل فى الواجبات والمسنونات وصدق اللهجة والأمانة وأن لا يكون محدودا فى قذف(۱۲)

''عدالت کی اصل ایمان،کبیرہ گناہوں سے اجتناب،واجبات اورمسنون امور میں اللہ تعالیٰ کےحقوق کا خیال رکھنا،سچ بولنا،امانت اوردیانت ہے۔نیز یہ کہ اس پر حدقذف نہ لگی ہو۔''

امام جصاصؒ (م-۳۷۰ھ) کی بیان کردہ تعریف سے پتہ چلتا ہے کہ عدالت کے لیے صرف یہی ضروری نہیں ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچتاہو بلکہ واجب امور کے ساتھ ساتھ مسنون امور میں بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہو۔

حنفی اصولی فخرا لإ سلام بزدویؒ (م-۴۸۲ھ) عدالت کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

وأما العدالة فإن تفسيرها الإستقامة يقال طريق عدل للجادة وجائر للبنيات وهى نوعان أيضا: قاصر وكامل، أما القاصر فما ثبت منه بظاهر الإسلام واعتدال العقل؛ لأن الأصل حالة الإستقامة لكن هذا الأصل لا يفارقه هوى يضله ويصده عن الإستقامة وليس الكمال إلا إستقامة حد يدرک مداه؛ لأنها بتقدير اللّٰه تعالىٰ و مشيئته يتفاوت فأعتبر فى ذلک ما لا يؤدى إلى الحرج والمشقة وتضييع حدود الشريعة وهو رجحان جهة الدين والعقل على طريق الهوى والشهوة فقيل: من إرتكب كبيرة سقطت عدالته وصار متهما بالكذب وإذا أصر على ما دون الكبيرة كان مثلها فى وقوع التهمة وجرح العدالة فأما من ابتلى بشىء من غير الكبائر من غير إصرار فعدل كامل العدالة وخبره حجة فى إقامة الشريعة والمطلق من العدالة ينصرف إلى أكمل الوجهين (۱۳)

مندرجہ بالاعبارت کاحاصل یہ ہے:عدالت سے مراد اِستقامت یعنی ٹھیک راستہ پر چلنا ہے۔جوراستہ سیدھا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ہو، اسے طریقِ عدل کہا جاتا ہے اور پگڈنڈیوں کو طریقِ جائر یعنی ظلم کا راستہ کہتے ہیں۔ عدالت دو قسم کی ہے: قاصرہ اور کاملہ۔ عدالتِ قاصرہ وہ ہے جس میں ظاہراسلام اور عقل کا صحیح ہونا پایا جائے، کیونکہ اس میں اصل اور بنیادی چیز استقامت یعنی صحیح ہونا ہی ہے۔ لیکن اس اصل کے ساتھ ہمیشہ خواہشات لگی رہتی ہیں جو اسے راستے سے بھٹکاتی اور سیدھا چلنے سے روکتی ہیں۔

بزدویؒ فرماتے ہیں کہ کمالِ استقامت کی کوئی حد نہیں ہے کہ جس کا تعین کیا جا سکے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی مرضی کے تحت مختلف ہوتی ہے۔ اس لیے استقامت میں ایسے درجہ ہی کو کمال شمار کر لیا گیا ہے جس سے نہ تو کوئی نقص اور مشقت واقع ہو اور نہ ہی اس سے حدودِ شریعت کا ضیاع ہو۔

وہ مزید کہتے ہیں: یہ استقامت، دین اور عقل دونوں کے خواہشات اور من مانی پر غالب ہونے کا نام ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ جو مرتکبِ کبیرہ ہوا، اس کی عدالت ختم ہوگئی اور اس پر جھوٹ کا الزام لگ گیا۔ جو شخص کبیرہ کا ارتکاب نہیں کرتا لیکن صغیرہ پر اصرار کرتا ہے وہ بھی مرتکبِ کبیرہ ہی کی طرح ہے۔ الزام لگنے اور عدالت میں نقص پیدا ہو جانے کے لحاظ سے مرتکبِ صغیرہ، مرتکبِ کبیرہ ہی کے مانند ہے۔ البتہ جو شخص صغیرہ کا ارتکاب کرتا ہے مگر اس پر اصرار نہیں کرتا، اس کی عدالت کامل ہے اور شریعت کے مفاد میں اس کی بات حجت ہے۔ اگر مطلق عدالت کا لفظ استعمال کیا جائے تو اس سے مراد اِن دونوں صورتوں میں سے وہ صورت ہے جو زیادہ کامل ہے۔

امام بزدویؒ (م-۴۸۲ھ) کے مندرجہ بالا اقتباس میں دو باتیں اہم ہیں۔ عادل شخص کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو۔ صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنے والا شخص مرتکبِ کبیرہ ہی کے مانند ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ جو شخص کسی صغیرہ گناہ کا ارتکاب تو کر بیٹھتا ہے لیکن اس پر اصرار نہیں کرتا یعنی وہ صغیرہ گناہ بار بار نہیں کرتا، تو ایسے شخص میں کامل عدالت پائی جاتی ہے۔

عدالت قاصرہ و کاملہ:

اوپر اقتباس میں امام بزدویؒ (م-۴۸۲ھ) نے عدالت کی دو قسمیں بیان کی ہیں: قاصرہ اور کاملہ۔ آپ کے نزدیک ایک گواہ میں عدالت قاصرہ پائی جاتی ہے اگر وہ مسلمان ہے اور وہ عاقل ہے۔ اسلام اور عقل کی سلامتی اس شخص کے عادل ہونے کے لیے کافی ہے۔ اگر وہ کسی صغیرہ گناہ کا کبھی کبھار ارتکاب کر بیٹھتا ہے لیکن وہ ایسے گناہ پر اصرار نہیں کرتا تو یہ رویہ اس کی کامل عدالت پر دلالت کرتا ہے۔ کبھی کبھار کسی صغیرہ گناہ کے مرتکب ہو جانے سے اس شخص کی عدالت زائل نہیں ہوتی۔

ایک اور حنفی اصولی شمس الائمہ سرخسیؒ (م-۴۹۰ھ) عدالت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

”وأما العدالة فهي الإستقامة يقال فلان عادل إذا كان مستقيم السيرة في الإنصاف والحكم بالحق ...... ثم العدالة نوعان ظاهرة وباطنة تثبت بالدين والعقل على معنى أن من

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

أصابها فهو عدل ظاهرا لأنهما يحملانه على الإستقامة ويدعوانه إلى ذلک، والباطنة لا تعرف إلا بالنظر فی معاملات المرء ولا يمكن الوقوف على نهاية ذلک لتفاوت بين الناس فيهما ولكن كل من كان ممتنعا من إرتكاب ما يعتقد الحرمة فيه فهو على طريق الإستقامة فی حدود الدين وعلى هذه العدالة نبنی حكم رواية الخبر فی كونه حجة" (۱۴)

"اوپر درج عبارت کا حاصل یہ ہے: عدالت، استقامت یعنی ٹھیک راستہ پر چلنے کا نام ہے۔ جب کوئی شخص انصاف اور حق کے ساتھ فیصلہ کرنے میں راست روی اختیار کرے تو اسے عادل کہا جاتا ہے۔ عدالت کی دو قسمیں ہیں: ظاہری اور باطنی۔ ظاہری عدالت دین اور عقل سے ثابت ہوتی ہے۔ جس میں یہ دونوں چیزیں موجود ہیں وہ ظاہری طور پر عادل ہے، کیونکہ یہ دونوں اسے صحیح راہ پر رکھتی ہیں، جبکہ باطنی عدالت انسانی معاملات کو دیکھے بغیر معلوم نہیں کی جاسکتی۔ اس بارے میں کوئی آخری حد ممکن نہیں ہے کیونکہ ان دونوں اقسام کے حوالے سے لوگوں میں تفاوت پائی جاتی ہے۔ لیکن جو شخص حرام کے ارتکاب سے باز رہے وہ راہِ مستقیم پر گامزن ہے اور اسی عدالت کی بنا پر کسی خبر کے حجت ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔"

ظاہری و باطنی عدالت:

اوپر درج اقتباس میں امام سرخسیؒ (م-۴۹۰ھ) نے عدالت کی دو قسمیں بتائی ہیں: ظاہری اور باطنی عدالت۔ کسی شخص کی ظاہری عدالت کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ شخص مسلمان اور عاقل ہے۔ اس کا اسلام اور عقل دونوں اسے راہِ راست پر قائم رکھتے ہیں۔ جبکہ باطنی عدالت کسی تحقیق وتفتیش کے بغیر معلوم نہیں کی جاسکتی۔ ایک شخص کی باطنی عدالت معلوم کرنے کے لیے اس کے حالات سے آگاہ ہونا ضروری ہوتا ہے۔ حالات سے آگاہی کے لیے گواہ کے کردار اور معاملات کی تفتیش کی جائے گی۔

اوپر امام بزدویؒ (م-۴۸۲ھ) نے عدالت قاصرہ پر بات کی ہے۔ یہاں امام سرخسیؒ (م-۴۹۰ھ) ظاہری عدالت کا ذکر کیا ہے۔ مندرجہ بالا دونوں بیانات پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ عدالت قاصرہ اور ظاہری عدالت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ دونوں صورتوں میں گواہ کا مسلمان ہونا اور اس کا عاقل ہونا کافی ہے۔

شافعی مذہب کے ممتاز اصولی امام غزالیؒ (م-۵۰۵ھ) نے عدالت کی تعریف میں لکھا ہے:

"والعدالة عبارة عن إستقامة السيرة والدين ويرجع حاصلها إلى هيئة راسخة فی النفس تحمل على ملازمة التقوى والمروءة جميعا حتى تحصل ثقة النفوس بصدقه" (۱۵)

"مندرجہ بالا اقتباس کا حاصل یہ ہے کہ کسی گواہ کی عدالت، دین اور سیرت میں درست راستہ پر چلنے سے عبارت ہے۔ اس کے نتیجہ میں نفس میں ایسی پختہ کیفیت پیدا ہوتی ہے جو نفس کو اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

وہ تقوی اور مروّت کو لازمی پکڑے ۔اس کے نتیجے میں نفوس کی ثقاہت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ قابلِ اعتبار سمجھے جاتے ہیں۔''

فخر الدین رازیؒ (م-۶۰۶ھ) نے بھی امام غزالیؒ (م-۵۰۵ھ) کی تعریف جیسی تعریف کی ہے(۱۶)۔

ایک اور شافعی اصولی قاضی بیضاویؒ (م-۶۸۵ھ) لکھتے ہیں:

''العدالة وهي ملكة في النفس تمنعها عن اقتراف الكبائر والرذائل المباحة'' (۱۷)

''عدالت سے مراد کسی شخص میں وہ عادت ہے جو اسے کبائر اور گھٹیا مباحات کے ارتکاب سے باز رکھتی ہے۔''

امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ)، فخر الدین رازیؒ (م-۶۰۶ھ) اور قاضی بیضاویؒ (م-۶۸۵ھ) نے صفت عدالت میں تقوی اور مروّت کے التزام اور گھٹیا مباحات سے اجتناب کا بھی ذکر کیا ہے۔

حنفی اصولی ابو البرکات نسفیؒ (م-۷۱۰ھ) کے نزدیک بھی عدالت سے مراد کسی شخص کی وہ پختہ کیفیت ہے جو اسے دین کے حرام کردہ امور کا ارتکاب کرنے سے بچائے رکھتی ہے(۱۸)۔

علاء الدین کاسانیؒ (م-۵۸۷ھ) نے عادل شخص کی تعریف میں کئی اقوال نقل کیے ہیں:

من لم يطعن عليه في بطن ولا فرج لأن أكثر أنواع الفساد والشر يرجع إلى هذين العضوين: وہ شخص جس پر شکم اور شرمگاہ کا طعن نہ کیا گیا ہو۔اس لیے کہ فساد اور شر کی اکثر صورتوں کا تعلق انہی دو اعضاء سے ہے۔

من لم يعرف عليه جريمة في دينه جس کے متعلق دین میں کوئی جرم معروف نہ ہو۔

من غلبت حسناته سيئاته: جس کی نیکیاں اس کی برائیوں پر غالب ہوں(۱۹)۔

مندرجہ بالا تعریفات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ دین میں ٹھیک راستہ پر چلنے، راست روی اختیار کرنے، اوامر کا اتباع کرنے، نواہی اور محظوراتِ دین سے باز رہنے، کبائر سے اجتناب کرنے اور صغائر پر اصرار نہ کرنے کا نام عدالت ہے۔

کبائر وصغائر:

اوپر اصولیین اور فقہاء کی بیان کردہ تعریفات میں کبائر اور صغائر کا ذکر آیا ہے۔امام نوویؒ (م-۶۷۶ھ) نے **صحیح مسلم** کی شرح میں کبیرہ گناہ کی تعریف میں علماء کے اقوال جمع کیے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اس کا کرنا کبیرہ گناہ ہے۔قاضی عیاضؒ (م-۵۴۴ھ) نے اسے محققین کا مذہب لکھا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ ہی سے مروی ہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے جہنم یا غضب یا لعنت یا عذاب یا کوئی اور اس جیسا لفظ فرمایا ہو۔امام حسن بصریؒ (م-۱۱۰ھ) سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

بعض نے کہا ہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جہنم اور دنیا میں کسی سزا (حد) کی وعید سنائی ہو۔
امام غزالیؒ (م-۵۰۵ھ) فرماتے ہیں: انسان جو گناہ ہلکا سمجھ کر کرتا ہے اور اس سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی شرمندہ ہوتا ہے وہ کبیرہ ہے اور جس سے اسے ندامت ہوتی ہے اور آئندہ بچنے کا ارادہ ہوتا ہے وہ کبیرہ نہیں ہے۔
ابن الصلاحؒ (م-۶۴۳ھ) نے کہا ہے: کبیرہ کی کئی نشانیاں ہیں: ایک یہ کہ اس میں سزائے حد بتائی گئی ہو (جیسے زنا، چوری، شراب نوشی، قذف، ڈکیتی)، دوسری یہ کہ اس پر جہنم کے عذاب کی وعید ہو، تیسری یہ کہ اس کا فاعل فاسق قرار دیا گیا ہو اور چوتھی یہ کہ اس پر لعنت کی ہو (۲۰)۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روشنی میں کبائر شمار کیا جانے والے امور میں یہ شامل ہیں: شرک، جادو، ناحق قتل انسانی، سودخوری، یتیم کا مال کھانا، جہاد سے فرار، پاکدامن مومنہ عورتوں پر تہمت لگانا، والدین کی نافرمانی، جھوٹی گواہی، والدین کو گالی دینا اور بیت اللہ کی بے حرمتی کرنا (۲۱)۔ چوری، شراب نوشی، زنا، لواطت، جھوٹی قسم، ڈکیتی، غیبت، اور جوئے کو بھی کبائر میں شمار کیا گیا ہے (۲۲)۔ قاضی عیاضؒ (م-۵۴۴ھ) نے صحابہ کرامؓ کو برا کہنے کو بھی کبائر میں لکھا ہے (۲۳)۔
صغائر سے مراد ایسے تمام ممنوع اقوال یا افعال ہیں جن کے ارتکاب پر دنیا میں کوئی سزائے حد نہیں اور نہ آخرت میں اس پر کوئی وعید ہے (۲۴)۔

گھٹیا مباحات:

اوپر کی جانے والی بحث میں اصولیین نے بیان کیا ہے کہ تقوی اور مروّت کو لازم قرار دینے اور گھٹیا مباحات سے باز رہنے کی صفت بھی عدالت کا جزو ہے۔ قضاء اور فقہ پر لکھی جانے والی کتب میں ایسی صورتیں بتائی گئی ہیں جو تقوی اور مروّت کے خلاف ہیں اور جنہیں قاضیوں اور فقہاء کرام نے عدالت کے منافی قرار دیا ہے۔
وکیعؒ (م-۳۰۶ھ) نے اپنی کتاب **اخبار القضاۃ** میں مشہور قاضیوں کے فیصلے درج کیے ہیں۔ ان مسلمان قاضیوں کے فیصلے معیارِ عدالت کو واضح کرتے ہیں۔ چند اہم فیصلوں کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے:
سفیان ابن عُیَیْنَہؒ (م-۱۹۸ھ) سے روایت ہے کہ قاضی سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف الزہریؒ ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں کیا کرتے تھے جو کھڑے ہو کر پیشاب کرتا ہو (۲۵)۔
بصرہ کے قاضی عبدالملک بن یعلیٰؒ کہتے تھے: جس شخص نے بغیر کسی عذر کے تین جمعے ترک کر دیئے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی (۲۶)۔
تاریخ اسلام کے مشہور قاضی **شُرَیح**ؒ (م-۷۸ھ) جنہوں نے حیاتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا مگر آپ دیدار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہے تھے، جنہیں دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمرؓ نے قضاء کے منصب پر فائز کیا تھا اور جو ۷۵ برس کوفہ کے قاضی رہے تھے، ان کے فیصلے بھی معیارِ عدالت کو متعین کرتے ہیں:

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

یحیٰی بن وثابؒ بیان کرتے ہیں: قاضی شُرَیحؒ کے پاس ایک گواہ آیا جس نے مخروطی آستین والی قمیض پہنی ہوئی تھی۔قاضی شُرَیحؒ نے اس سے پوچھا: کیا تم اس قمیض میں اچھی طرح وضو کر سکتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔قاضی شُرَیحؒ نے اسے کہا: اپنی آستین کو اپنی کہنی سے اوپر تک چڑھاؤ۔اس نے کوشش کی لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔قاضی شُرَیحؒ نے فرمایا: اٹھو، تمہاری گواہی نہیں ہے(۲۷)۔

جس شخص کی قمیص کی آستین اس کی کہنی سے اوپر نہیں ہوسکتی تو وہ وضو کس طرح کر سکتا ہوگا! قاضی شُرَیحؒ نے اس شخص کی تنگ آستین سے اندازہ لگایا کہ وہ تو وضو ہی نہیں کر سکتا۔ادائیگی نماز کے لیے وضو شرط ہے۔جب وہ شخص وضو ہی نہیں کر سکتا تو پھر وہ نماز بھی ادا نہیں کرتا ہوگا۔

ایک اور واقعہ بھی روایت کیا گیا ہے۔حسان ابوالأ شرسؒ کہتے ہیں: میں نے یہودیوں سے ایک اونٹنی خریدی۔بصرہ کا ایک شخص آیا اور اس اونٹنی کا دعویٰ کر دیا۔وہ قاضی شُرَیحؒ کی عدالت میں گیا،ثبوت پیش کیا اور قاضی صاحب نے اس کے حق میں فیصلہ سنا دیا۔پھر قاضی شُرَیحؒ نے دیکھا کہ دونوں گواہوں میں سے ایک گواہ نے تنگ آستین والی قمیض پہنی ہوئی ہے۔قاضی شُرَیحؒ نے اس سے کہا: اپنی آستین کو اپنی کہنیوں سے اوپر کرو۔اس نے اپنی آستین کو اوپر چڑھانے کی کوشش کی لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔قاضی صاحب نے فرمایا: اس شخص کے بجائے کسی دوسرے گواہ کو میرے پاس لاؤ(۲۸)۔

قاضی شُرَیحؒ کبوتر بازی کرنے والے اور حمام کا کام کرنے والے کی گواہی قبول نہیں کیا کرتے تھے(۲۹)۔

حنفی فقیہ علاءالدین کاسانیؒ (م-۵۸۷ھ) نے لکھا ہے:

جو شخص مے نوشی کی مجلس میں آتا ہے اور شرابیوں کے ساتھ بیٹھتا ہے تو اگرچہ وہ خود شراب نہیں پیتا لیکن اسے عدالت حاصل نہیں ہے۔

۔نوحہ کرنے والے مرد و عورت کو بھی عدالت حاصل نہیں ہے۔

۔اگر کسی گلوکار کی آواز پر لوگ کسی فسق کی وجہ سے جمع ہوتے ہیں تو وہ بھی عادل نہیں ہے۔

۔قبیح آلات موسیقی جیسے سارنگی وغیرہ کو بجانے والے کو عدالت حاصل نہیں ہے۔لیکن اگر وہ آلات قبیح نہیں جیسے بانسری اور دف وغیرہ تو انہیں بجانے والا عادل ہے۔

۔کبوتر اڑانے والے کو عدالت حاصل نہیں ہے اس لیے کہ وہ گھر کی چھت پر چڑھتا ہے اور عورتوں کے ستر سے مطلع ہوتا ہے اور یہ کھیل اسے نماز اور دیگر طاعات خداوندی سے غافل کرتا ہے۔

۔شطرنج کھیلنے والے میں عدالت نہیں ہے۔

۔بغیر ازار کے حمام میں داخل ہونے والا بھی عادل نہیں ہے۔

۔نماز باجماعت کو ہلکا اور حقیر سمجھ کر اسے ترک کرنے والا شخص بھی عادل نہیں ہے(۳۰)۔

عدالت کے منافی ایسے ہی گھٹیا مباحات اور تقویٰ و مروّت کے منافی امور کے بارے میں ایک اور حنفی فقیہ برہان

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

الدین مرغینانیؒ (م-۵۹۳ھ) نے لکھا ہے:

۔پرندہ بازی کرنے والا عادل نہیں ہے۔اس لیے کہ وہ پرندہ اڑانے کے لیے اپنے گھر کی چھت پر چڑھ جاتا ہے اور غیر محرم خواتین پر اس کی نظر پڑتی ہے۔

۔طنبورہ بجانے والا (موسیقار) عدالت نہیں رکھتا۔

۔گلوکاری کرنے والے میں عدالت نہیں پائی جاتی۔

۔برہنہ ہوکر حمام میں جانے والا عدالت کی صفت سے محروم ہے۔

۔شطرنج کھیلنے والا بھی عدالت نہیں رکھتا اس لیے کہ ایسے کھیل انسان کو نماز جیسے فرائض سے غافل کر دیتے ہیں۔

۔راستہ میں پیشاب کرنا بھی عدالت کے منافی ہے۔

۔راہ چلتے کھانے پینے والے شخص کی عدالت نہیں ہے۔

۔جو شخص سرعام اپنے اسلاف کو برا کہے وہ عادل نہیں ہے (۳۱)۔

امام جصاصؒ (م-۳۷۰ھ) جو اصول اور فقہ میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں انہوں نے لکھا ہے:

۔قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ (م-۱۸۲ھ) کا قول ہے: ہم ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں کرتے جو شطرنج کھیلتے ہوئے جوئے کی بازی لگاتا ہو، جو کبوتر بازی کا مشغلہ اپنائے ہوئے ہو اور جو شخص بہت زیادہ جھوٹی قسمیں کھاتا ہو۔

۔جس شخص نے غیر اہم خیال کرتے ہوئے نماز باجماعت ترک کر دی۔

۔اگر کسی نے نماز فجر کو باجماعت ادا کرنا مسلسل ترک کر دیا تو ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی (۳۲)۔

امام جصاصؒ (م-۳۷۰ھ) مزید لکھتے ہیں: ایسا شخص جو جھوٹ بولنے میں مشہور ہو تو اس کی گواہی بھی رد ہے۔البتہ اگر وہ دروغ گوئی کا ارتکاب کبھی کبھار کرتا ہے اور اس کی ذات میں شر کی نسبت خیر کا پہلو زیادہ ہے تو اس کی گواہی قبول ہے۔اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ (م-۱۵۰ھ)، امام ابو یوسفؒ (م-۱۸۲ھ) اور ائمہ تابعین میں شمار کیے جانے والے قاضی ابن ابی لیلیٰؒ (م-۸۳ھ) کا قول ہے:

”شهادة اهل الأهواء جائزة إذا كانوا عدولا“ (۳۳)

”اگر اہل ہوس وخواہش میں صفت عدل پائی جاتی ہو تو ان کی گواہی مقبول ہے۔“

یہاں گواہ کی ظاہری عدالت کو بنیاد گیا ہے یعنی اس کا مسلمان اور عاقل ہونا اس کے عادل ہونے اور اس کی گواہی مقبول ہونے کے لیے کافی ہے۔گواہ کی ذات وزندگی میں شر کے مقابلہ میں خیر کا غالب پایا جانا اس کی عدالت پر دلالت کرتا ہے۔لہٰذا اس کی گواہی مقبول ہے۔اس حوالے سے بصرہ کے ایک قاضی کا موقف بات کو مزید واضح کر دیتا ہے:

اخبار القضاۃ میں ہے کہ محمد بن عمر عنبریؒ اور دیگر اہل مسجد نے کہا: ہم قاضی بصرہ اسماعیل بن حماد بن ابو حنیفہؒ کے پاس

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

حاضر ہوئے۔ ابو عمر خطابیؒ نے قاضی صاحب سے کہا: اللہ تعالیٰ قاضی کے حالات اچھے کرے، آپ کی کیا رائے ہے کہ آپ خواہشات نفس کی پیروی کرنے والوں کی گواہی قبول نہ کریں۔ قاضی اسماعیلؒ نے کہا: کیوں؟ ابو عمر نے کہا: ان کے اعمال کی وجہ سے۔ قاضی اسماعیلؒ نے کہا: اگر جنگ جمل (جو ۳۵ھ میں حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کی افواج کے درمیان لڑی گئی تھی) میں شریک لوگ گواہی دیں تو کیا تم ان کی گواہی قبول نہیں کرو گے؟ حالانکہ انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا۔ ابو عمرؒ نے کہا: واللہ میں تو لاجواب ہو گیا ہوں (۳۴)۔

۔صحابہ کرامؓ کے خلاف بدزبانی کرنے والا شخص عادل نہیں ہے۔ اس بارے میں عہدِ عباسیہ کے مشہور قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) امام ابو یوسفؒ (م-۱۸۲ھ) کا ایک قول ہے:

" أيما رجل أظهر شتيمة اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم لم أقبل شهادته لأن رجلا لو كان شتاما للناس والجيران لم أقبل شهادته فأصحاب النبى صلى الله عليه وسلم اعظم حرمة" (۳۵)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کے خلاف جو شخص بدزبانی کرتا ہے تو اس کی گواہی نا قابل قبول ہے۔ اس لیے کہ عام لوگوں اور محلّہ داروں سے بدکلامی کرنے والے کی گواہی کو میں رد کر دیتا ہوں اور صحابہ کرامؓ تو بہرحال عام لوگوں سے کہیں زیادہ مرتبہ ومنزلت کے حامل ہیں۔"

امام ابو حنیفہؒ (م-۱۵۰ھ) کے نزدیک بخیل اور کنجوس شخص کی گواہی قبول کرنا لازمی نہیں ہے۔ ایک کنجوس شخص اپنے بخل کی وجہ سے بال کی کھال اتارتا ہے۔ وہ نقصان اٹھانے کے خوف سے اپنے حق سے زیادہ وصول کر لیتا ہے۔ ایسا شخص عادل نہیں ہوسکتا۔ امام ابو حنیفہؒ کی تائید میں حضرت علیؓ کا یہ قول پیش کیا جاتا ہے:

أيها الناس كونوا وسطا لا تكونوا بخلاء ولا سفلة فإن البخيل والسفلة الذين إن كان عليهم حق لم يؤدوه وإن كان لهم حق استقصوه ومن طباع المؤمن التقصى، ما استقصى كريم قط(۳۶)

اے لوگو! میانہ روی اپناؤ، نہ بخیل بنو اور نہ کمینے۔ بخیل اور کمینے افراد پر لوگوں کا اگر حق ہوتا ہے تو وہ اسے ادا نہیں کرتے، اور اگر انہوں نے کسی سے اپنا حق لینا ہو تو اسے پورا پورا وصول کرتے ہیں۔ ایک مومن کی فطرت میں ایسی بات نہیں ہوتی ہوا کرتی۔ ایک شریف اور اعلیٰ اخلاق کا مالک شخص کبھی سر چڑھ کر اپنا حق وصول نہیں کیا کرتا۔

قاضی ابن ابی لیلیٰؒ (م-۸۳ھ) کی عدالت میں ایک شخص نے گواہی دی۔ قاضی صاحب نے اس کی گواہی رد کر دی۔ سفیان بن عُیَیْنَہؒ (م-۱۹۸ھ) نے قاضی صاحب سے کہا: آپ نے ایسے شخص کی گواہی رد کر دی جو خود بھی اچھا ہے اور اس کے بیٹے کا حال بھی اچھا ہے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰؒ نے فرمایا: اين يذهب بك؟ إنه فقير تمہارے ذہن سے یہ بات کیوں

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

نکل گئی ہے کہ یہ شخص فقیر ہے۔ یوں قاضی صاحب کے نزدیک اس شخص کا فقر او رافلاس اس کی گواہی میں مانع بن گیا۔ ایک فقیر اور مفلس شخص کے بارے میں یہ اطمینان نہیں ہوتا کہ کہیں اس کی غربت اور تنگدستی اسے مال کے لالچ میں غلط گواہی پر آمادہ نہ کر دے (۳۷)۔

ایک مرتبہ قاضی شُرَیحؒ (م-۸۷ھ) کی عدالت میں ایک شخص نے اپنے گواہ کو اس کے نام ربیعہ سے بلایا۔ گواہ نے جواب نہیں دیا۔ پھر اس شخص نے گواہ کو' کافر ربیعہ' کہہ کر بلایا تو اس نے جواب دیا۔ قاضی شُرَیحؒ نے گواہ سے کہا: **دعیت بإسمک فلم تجب فلما دعیت بالکفر أجبت**، جب تمہیں تمہارے نام سے بلایا گیا تو تم نے کوئی جواب نہ دیا لیکن جب تمہیں کفر کے نام سے بلایا گیا تو تم نے جواب دے دیا۔ اس نے کہا: یہ میرا لقب ہے۔ قاضی شُرَیحؒ نے اسے چلے جانے کا حکم دیا اور فریق سے کہا کہ وہ کوئی اور گواہ پیش کرے (۳۸)۔

ایک شخص نے قاضی شُرَیحؒ (م-۸۷ھ) کی عدالت میں یہ کہہ کر گواہی دی: ''میں اللہ تعالیٰ کی گواہی کے ذریعہ گواہی دیتا ہوں''۔ یہ سن کر قاضی شریحؒ نے فرمایا: **شهدت بشهادة الله لا أجيز لک اليوم شهادة** (۳۹) تم نے اللہ تعالیٰ کی گواہی کے ساتھ گواہی دی، اس لیے آج میں تیری گواہی کو جائز قرار نہیں دیتا۔ قاضی شریحؒ کے اس فیصلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے امام جصاصؒ (م-۳۷۰ھ) کہتے ہیں کہ جب قاضی شریحؒ نے یہ دیکھا گواہ نے گواہی دینے کے لیے خوامخواہ ایسا انداز اختیار کیا ہے جو اس پر لازم نہیں ہے تو قاضی صاحب نے گواہ کو اس اہل نہیں سمجھا کہ اس کی گواہی کو مقبول مانا جائے (۴۰)۔

امام جصاصؒ (م-۳۷۰ھ) نے امام ابراہیم نخعیؒ (م-۹۶ھ) کا قول نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں: **من لم تظهر منه ريبة** (۴۱) ایسا شخص صفتِ عدالت سے متصف ہے جس کی سیرت و کردار میں کوئی بات بھی شک وشبہ میں ڈالنے والی نہ ہو۔ ایسا ہی قول امام حسن بصریؒ (م-۱۱۰ھ) اور امام شعبیؒ (م-۱۰۴ھ) سے بھی روایت کیا گیا ہے۔

امام شافعیؒ (م-۲۰۴ھ) کا یہ قول ہے: **إذا كان الأغلب على الرجل والأظهر من امره الطاعة والمرؤة قبلت شهادته، وإذا كان الأغلب من حاله المعصية وعدم مروءة ردت شهادته** (۴۲) اگر ایک شخص کی شخصیت میں اطاعت اور مروّت کا غلبہ ہے اور اس کی سیرت میں واضح ہے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ لیکن اگر اس شخص کی سیرت میں معصیت اور عدم مروّت غالب ہے تو اس کی گواہی رد کر دی جائے گی۔

اوپر درج بعض گھٹیا مباحات اور تقوی ومروّت کے منافی امور پائے جانے کی بنا پر علمائے سلف نے لوگوں کی گواہیاں کیوں رد کر دی تھیں، اس کی وضاحت میں امام جصاصؒ (م-۳۷۰ھ) کہتے ہیں: یہ امور ایسے نہیں تھے کہ ان کے مرتکبین پر فسق و فجور اور سقوط عدالت کا حکم قطعیت کے ساتھ لگایا جا سکتا۔ لیکن ان امور کا ظاہر ان کا ارتکاب کرنے والوں کی بے حیائی اور کم عقلی پر دلالت کرتا ہے۔ جن گواہوں کے بارے میں علمائے سلف کو غالب گمان ہوا کہ ان میں بے حیائی، کم عقلی یا دین کے بارے میں ان کا رویہ تضحیک کا ہے تو علمائے سلف نے ایسے لوگوں کی گواہیاں رد کر دی تھیں۔ امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کا بھی ایک قول ہے: **من ظهرت منه مجانة لم أقبل شهادته**، جس شخص کے رویے سے بے حیائی ظاہر ہو، اس کی گواہی میں قبول نہیں کروں

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

گا(۴۳)۔

گواہ کی عدالت سے متعلق تفتیش:

گواہوں کی عدالت کے بارے میں تفتیش یعنی گواہوں کا تزکیہ وتعدیل کرنے کا آغاز کب ہوا،اس بارے میں امام جصاصؒ (م-۳۷۰ھ) نے کوفہ کے مشہور قاضی ابن شُبرُمَہؒ (م-۱۴۴ھ) کا قول نقل کیا ہے۔قاضی ابن شُبرُمَہؒ کہا کرتے تھے: تین کام ایسے ہیں جنہیں مجھ سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا اور میرے بعد انہیں کوئی ترک نہیں کرے گا: گواہوں کے متعلق چھان بین،فریقین کے دلائل کا ثبوت طلب کرنا اور گواہوں سے سوال پوچھنے میں نرم بات کرنا(۴۴)۔

ادائے شہادت کے وقت گواہ کی ظاہری عدالت ہی کافی ہے یا اس کی باطنی عدالت کا جاننا بھی ضروری ہے۔اس ضمن میں فقہاء کی آراء کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

امام ابوحنیفہؒ (م-۱۵۰ھ) کا قول ہے:

"یقتصر الحاکم علی ظاهر العدالة فی المسلم ولا یسال عن حال الشهود حتی طعن الخصم" (۴۵)

"ایک حاکم کسی مسلمان گواہ کی ظاہری عدالت پر اکتفاء کرے۔ جب تک کہ مدعی علیہ کسی گواہ پر طعن نہ کرے حاکم گواہوں کا حال نہ پوچھے۔"

امام ابوحنیفہؒ کا ایک اور قول ہے:

لا أسأل عن الشهود،إلا أن یطعن فیهم الخصم المشهود علیه،فإن طعن فیهم سألت عنهم فی السر والعلانیة إلا شهود الحدود والقصاص فإنی أسال عنهم فی السر وأزکیهم فی العلانیة(۴۶)

"میں گواہوں کے بارے میں تفتیش نہیں کرتا۔لیکن اگر فریق مخالف گواہوں پر اعتراض کرے تو پھر میں کھلے اور خفیہ دونوں طور پر گوہوں کے بارے میں تحقیق کراؤں گا اوراعلانیہ ان کا تزکیہ کروں گا۔ اگر حدود وقصاص کے مقدمات میں وہ گواہ ہوں گے تو پھر میں ان کے بارے میں تفتیش خفیہ کراؤں گا اور ان کا تزکیہ اعلانیہ کروں گا۔"

امام ابوحنیفہؒ (م-۱۵۰ھ) کے موقف کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے جسے حضرت عبداللہ بن عمر و بن العاصؓ نے روایت کیا ہے:

اَلْمُسْلِمُوْنَ عُدُوْلٌ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ إِلَّا مَحْدُوْدًا فِی فِرْیَةٍ (۴۷)

تمام مسلمان عادل ہیں اور وہ ایک دوسرے پر حجت ہیں،سوائے اس کے جسے تہمت لگانے پر حد(قذف)

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

لگی ہو۔

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو ایک خط لکھا تھا جس کے متن میں ایک عبارت یہ بھی تھی:

المسلمون عدول بعضهم على بعض إلا مجلودا في حد أو مجربا عليه شهادة زور أو ظنيا في ولاية أو قرابة(۴۸)

تمام مسلمان ایک دوسرے کے معاملات کے لحاظ سے عادل ہیں، سوائے اس شخص کے جسے کسی حد میں کوڑے لگے ہوں، یا جس کے بارے میں تجربہ ہو چکا ہو کہ وہ جھوٹی گواہی دیتا ہے، یا وہ ولاء اور رشتہ داری کے لحاظ سے مشکوک ہو۔ یعنی اس نے خود کو (غلام ہونے کی صورت میں) اس شخص کو اپنا آزاد کرنے والا بتایا جس نے اسے آزاد نہیں کیا تھا، یا جس سے اس کی رشتہ داری نہیں تھی اسے اپنا رشتہ دار بتایا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے اس قول کی وضاحت میں ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ (م-۲۰۱۰ء) لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اس امت کو امت وسط قرار دیا ہے۔ اس امت کا کام یہ ہے کہ یہ اپنے قول وفعل سے دنیا کے تمام انسانوں کے سامنے حق کا عملی نمونہ پیش کرے۔ وسط کے لفظی معنی ہی ہیں کہ وہ بہترین چیز جو راست پر ہو اور بیچ کی راہ پر عمل پیرا ہو۔ قریب قریب یہی معنی عدل کے بھی ہیں۔ اس لیے ہر مسلمان امت وسط کا رکن ہونے کی وجہ سے عادل ہے، سوائے اس شخص کے جس نے کسی وجہ سے اپنی صفت عدل کو خود مجروح کر لیا ہو مثلاً جھوٹی گواہی دے کر لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہو۔ ظاہر ہے جو شخص ایک بار جھوٹی گواہی دے سکتا ہے اس کی گواہی پر آئندہ کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے''(۴۹)۔

امام حسن بصریؒ (م-۱۱۰ھ) بھی یہ رائے رکھتے تھے کہ کسی مسلمان کی گواہی اس وقت تک رد نہیں کی جائے گی جب تک مشہود علیہ اس گواہ پر جرح نہ کرے۔ حسن بصریؒ جب قاضی تھے تو وہ مسلمانوں کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی کو جائز قرار دیتے تھے جب تک مدعی علیہ گواہ پر جرح نہیں کرتا تھا(۵۰)۔

امام مرغینانیؒ (م-۵۹۳ھ) نے صاحبین یعنی امام ابو یوسفؒ (م-۱۸۲ھ) اور امام محمدؒ (م-۱۸۹ھ) کا موقف بیان کیا ہے کہ گواہ کے ظاہر اور باطن دونوں کا حال دریافت کیا جائے گا۔ اس لیے کہ قضاء کی بنیاد حجت ودلیل پر ہے اور حجت عادل گواہوں کی گواہی ہے۔ لہٰذا گواہوں کی عدالت دریافت کی جائے گی۔ مذہب حنفی میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے(۵۱)۔

امام جصاصؒ (م-۳۷۰ھ) نے بھی امام محمدؒ (م-۱۸۹ھ) کا قول نقل کیا ہے کہ گواہوں کی تفتیش کی جائے گی خواہ کسی فریق نے ان پر اعتراض نہ بھی کیا ہو(۵۲)۔

گواہ کی ظاہری اور باطنی عدالت کی تفتیش سے متعلق حنفی ائمہ ثلاثہ یعنی امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین مابین پائے جانے والے اختلاف کا سبب دراصل زمانے اور حالات کا اختلاف ہے، کوئی اصولی اختلاف نہیں ہے۔ علامہ کاسانیؒ (م ۵۸۷ھ) نے اس

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

> **هـذا الإختـلاف اختـلاف زمـان لا اختلاف حقيقة لأن زمن ابى حنيفة رحمه الله كان من أهـل خيـر وصـلاح لأنـه زمن التابعين وقد شهد لهم النبى عليه الصلاة والسلام بالخيرية بـقـولـه خيـر القرون قرنى الذى انا فيه ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يفشو الكذب، الـحـديـث، فـكان الغالب فى أهل زمانه الصلاح والسداد، فوقعت الغنية عن السؤال عن حـالهم فى السر، ثم تغير الزمان وظهر الفساد فى قرنهما فوقعت الحاجة إلى السؤال عن العدالة(۵۳)**
>
> امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کے مابین یہ اختلاف حقیقی نہیں ہے بلکہ یہ زمانے کی وجہ سے ہے۔امام ابوحنیفہؒ کا زمانہ اہل اصلاح وخیر کا زمانہ تھا اس لیے کہ وہ تابعین کا دور تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے خیر ہونے کی گواہی دی تھی: بہترین اہل زمانہ میرے زمانہ کے لوگ ہیں جن میں میں ہوں، پھر وہ جو اُن کے بعد ہوں گے، پھر وہ جو اُن کے بعد ہوں گے، پھر جھوٹ پھیل جائے گا، حدیث۔امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں اصلاح اور درستی غالب تھی لہٰذا پوشیدہ طور پر ان کے حالات کی تفتیش نہیں ہوتی تھی۔پھر زمانہ میں تبدیلی ہوئی اور صاحبین کے عہد میں فساد ظاہر ہو گیا۔یوں عدالت کی تفتیش کرنا ضروری ہو گیا۔

امام خصافؒ (م-۲۶۱ھ) نے بھی بیان کیا ہے کہ ان ائمہ ثلاثہ کا یہ اختلاف دلیل وحجت کا اختلاف نہیں بلکہ زمانے کا اختلاف ہے۔امام ابوحنیفہؒ (م-۱۵۰ھ) تیسرے قرن میں فتوی دیا کرتے تھے۔اس قرن کے لوگوں کی سچائی کی گواہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اور جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفت خیر سے متصف فرمایا تھا۔جبکہ صاحبین نے اپنے اس زمانہ میں فتوی دیا جب لوگوں میں فساد وجھوٹ پھیل گیا تھا(۵۴)۔

الصدر الشہیدؒ (م-۵۳۶ھ) نے امام خصافؒ (م-۲۶۱ھ) کی یہ بات کہ ''امام ابوحنیفہؒ (م-۱۵۰ھ) تیسرے قرن میں فتوی دیا کرتے تھے'' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے مراد تیسرا قرن ہجری نہیں ہے۔امام ابوحنیفہؒ نے تو ۱۵۰ھ میں وفات پائی تھی۔وہ دوسرے قرن ہجری میں سے تھے۔امام خصافؒ کی اس بات کا مطلب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا زمانہ تبع تابعین کا عہد ہے۔تبع تابعین کے صدق اور خیر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔یہ حدیث متفق علیہ ہے اور اسے حضرت عمران بن الحُصَینؓ نے روایت کیا ہے(۵۵): اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِی وَالْیَمِیْنُ عَلَی الْمُدَّعیٰ عَلَیْہِ، بارِ ثبوت مدعی پر ہے اور قسم مدعی علیہ پر ہے۔یہ حدیث اس مضمون کے شروع میں بیان کی جا چکی ہے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

تفتیش عدالت سے مستثنیٰ طبقہ:

مسلمانوں میں ایک طبقہ ایسا ہے جس میں شامل افراد کی گوہیاں مقبول ہیں۔ان گواہوں کی ظاہری یا باطنی عدالت کی تفتیش نہیں کی جائے گی۔اس طبقہ میں شامل تمام افراد کو عدول تسلیم کیا گیا ہے۔اس طبقہ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرات صحابہ کرامؓ ہیں۔ان کے بارے میں یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ **الصحابة کلھم عدول** یعنی تمام صحابہؓ عدول ہیں۔ان کی گواہیاں یعنی دین کے بارے میں ان کی روایات قبول کی جائیں گی۔ان کی ذات ہر قسم کی جرح وتعدیل سے بالا ہے۔انہوں نے دین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر دوسروں کو منتقل کرنے میں انتہائی درجہ کی احتیاط اور کمال دیانتداری سے کام لیا۔وہ روایتِ دین میں کذب اور کمی وزیادتی کے دانستہ طور پر مرتکب نہیں ہوئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل ہر روایت کی قبولیت کے لیے اس کے تمام رجال پر جرح وتنقید کی جائے گی،ان کے احوال کا جائزہ لیا جائے گا، ان کے کردار کا تزکیہ کیا جائے گا اور ان کے عدول ہونے کی تحقیق کی جائے گی،ماسوائے حضرات صحابہ کرامؓ کے۔صحابہ کرامؓ کو عدول قرار دیتے ہوئے دین میں ان کی روایت اور شہادت بغیر کسی جرح وتعدیل کے اور مِن وعَن قبول کی جائے گی(۵۶)۔

شافعی اصولی امام ابوالمعالی جوینیؒ (م-۴۷۸ھ) اور ابن الصلاحؒ (م-۶۴۳ھ) نے تمام صحابہؓ کے عدول ہونے پر اجماع بیان کیا ہے(۵۷)۔ابن عبدالبرؒ مالکی (م-۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ اہل حق یعنی اہلِ سنت والجماعت (۵۸) کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ عدول ہیں(۵۹)۔حافظ ابن کثیرؒ (م۷۷۴ھ)،حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م-۸۵۲ھ) اور حافظ سخاویؒ (م-۹۰۲ھ) نے **الصحابة کلھم عدول** کو اہلِ سنت وجماعت کا قول قرار دیا ہے(۶۰)۔

ابوالسعادات ابن الأثیرؒ (م-۶۰۶ھ)،ابوعمر ابن حاجبؒ (م-۶۴۶ھ)،سیف الدین آمدیؒ (م-۶۳۱ھ)،تاج الدین سبکیؒ (م-۷۷۱ھ)،ابوالحسن ابن لحامؒ (م-۸۰۳ھ) اور ابن ہمام اسکندریؒ (م-۸۷۱ھ) وغیرہ نے تمام صحابہؓ کے عدول ہونے کو جمہور کا قول بیان کیا ہے(۶۱)۔امام غزالیؒ (م-۵۰۵ھ) اور موفق الدین ابن قدامہؒ (م-۶۲۰ھ) نے لکھا ہے کہ تمام صحابہؓ کا عدول ہونا سلف الأمت اور جمہور الخلف کا قول ہے(۶۲)۔حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) نے کہا ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کے عدول ہونے کی مخالفت سوائے چند بدعتی لوگوں کے کسی اور نے نہیں کی(۶۳)۔

پاکستانی قانون میں گواہ کی عدالت کا معیار:

پاکستانی قانون میں بھی گواہ کے عادل ہونے کو اہمیت دی گئی ہے۔قانونی عدالت گواہ کی اہلیت کا تعین کرے گی۔یہ تعین قرآن وسنت میں درج اسلامی تعلیمات کے مطابق کیا جائے گا۔قانونِ شہادت آرڈر 1984 میں درج ہے:

Who may testify. The court shall determine the competence of a witness in accordance with the qualifications prescribed by the

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

injunctions of Islam as laid down in the Holy Qur'an and Sunnah for witness(٦۴).

قانون شہادت آرڈر 1984 میں ایک اور مقام پر یہ لکھا ہے:

Competence and number of witnesses. The competence of a person to testify, and ther number of witnesses requirerd in any case shall be determined in accordance with the injunctios of Islam as laid down in the Holy Qur'an and Sunnah(٦۵).

اگر فریق مسلمان ہے تو گواہ کے لیے مسلمان اور عاقل ہونا کافی ہے۔ جیسا کہ اوپر فقہاء اور اصولیین نے گواہ کی ظاہری عدالت کی بات کی تھی۔ گواہ کی ظاہری عدالت یعنی اس کے مسلمان اور عاقل ہونے کے ساتھ ساتھ گواہ کے بارے میں قانون کی عدالت کا اطمینان بھی ضروری ہے کہ گواہ سچ بولنے والا اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہے۔ اگر جج کسی گواہ کے بارے میں مطمئن نہیں ہے تو وہ گواہی نہیں دے سکتا۔ عدالت یہ جاننے کے لیے مختلف وسائل اور طریقے استعمال کرے گی کہ کوئی گواہ قابل اعتبار ہے یا نہیں ہے۔ اسے تزکیۃ الشہود کہتے ہیں۔ گواہ کی ظاہری اور باطنی عدالت کی تفتیش کی جائے گی۔ پاکستانی قانون میں لکھا ہے:

Proof of theft liable to hadd. The proof of theft liable to hadd shall be in one of the following forms, namely:

(b) at least two Muslim adult male witnesses, other than the victim of the theft, about whom the Court is satisfied, having regard to the requirements of *tazkiya Al-Shuhood*, that they are truthfull persons and abstain from major sins (*kabair*), give evidence as eye-witnesses of the occurance;

provided that, if the accused is a non-Muslim, the eye-witnesses may be non-Muslims

Explanation.--In this section, *tazkiya Al-Shuhood* means the mode of inquiry adopted by a Court to satisfy itslef as to the credibility of a witness(٦٦).

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اوپر کی جانے والی بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی قانونِ شہادت میں گواہ کے لیے عادل ہونا ضروری ہے۔ غیر عادل شخص کی گواہی مقبول نہیں ہے۔ گواہ کی عدالت کا تعین اس کے مسلمان ہونے، عاقل ہونے، کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنے، صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرنے، گھٹیا مباحات سے بچے رہنے اور اس کی زندگی کے معمولات میں شر پر خیر کا پہلو غالب ہونے سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ اوپر مرفوع حدیث میں ذکر ہو چکا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے زمانہ سے دور ہوتے جانے کے سبب زمانہ میں خیر اور بھلائی کم ہوتی جا رہی ہے۔ اس لیے گواہ کے عادل ہونے کے بارے میں تفتیش کی جائے گی۔ اس کے احوال کو جانچا جائے گا تاکہ اس کی ظاہری اور باطنی عدالت کا تعین کیا جا سکے۔ گواہ کا عادل ہونا ضروری ہے کیونکہ اس کے بیان پر کسی شخص کو کوئی حق دلایا جاتا ہے یا اسے کسی حق سے محروم کر دیا جاتا ہے یا پھر اسے کوئی سزا دی جاتی ہے یا اسے کسی الزام سے بری کر دیا جاتا ہے۔ ایک عادل شخص ہی اپنی گواہی کی اہمیت سے آگاہ ہوتا ہے اور وہ ذمہ داری اور سچائی سے اپنی گواہی دیتا ہے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

حواشی وحوالہ جات

۱۔ الصدر الشہید، حسام الدین عمر بن عبدالعزیز بن مازۃ،، البخاری الحنفی المعروف بالصدر الشہید(م-۵۳۶ھ)، **کتاب شرح ادب القاضی، لأبی بکر احمد بن عمرو خصاف** (م-۲۶۱ھ)، ۱/۳۷۴،۳۷۵، **الجمهورية العراقية، وزارة الأوقاف، إحياء التراث الإسلامی، مطبعة الإرشاد بغداد** ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷م

۲۔ عبدالرزاق، ابوبکر بن ہمام صنعانی (م-۲۱۱ھ)، **المصنف، کتاب البيوع، باب فی الرجلين يدعيان السلعة يقيم کل واحد منهما البينة**، ۸/۲۷۶، **المکتب الإسلامی بيروت** ۱۴۰۳ھ

۳۔ ترمذی، محمد بن عیسی بن سورۃ بن موسی بن الضحاک (م-۲۷۹ھ)، **سنن الترمذی، بواب الأحکام، باب ما جاء ان البينة علی المدعی واليمين علی المدعی عليه** ۳/۶۱۸، **شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی مصر، الطبعة الثانية** ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵م

۴۔ ابن حجر، شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی عسقلانی (م-۸۵۲ھ)، **الإصابة فی تمييز الصحابة، القاف بعدها سين**، ۵/۵۵۱، دارالجيل بيروت لبنان ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء

۵۔ ابن الجوزی، جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد (م-۵۹۷ھ)، **المنتظم فی تاريخ الأمم والملوک، ذکر الحوادث فی سنة سبع عشرة**، ۳۰۰/۲، دارالکتب العلمية بيروت ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲م

۶۔ وکیع، محمد بن خلف بن حیان (م-۳۰۶ھ)، **اخبار القضاة**، ۱/۳۳۷، عالم الکتب بيروت لبنان

۷۔ ابن منظور، ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم افریقی مصری (م۷۱۱ھ)، **لسان العرب**، ماده: **عدل** ۱۱/۴۳۱، دارصادر، بيروت

۸۔ حوالہ بالا ۱۱/۴۳۰

۹۔ **صحيح البخاری، کتاب الشهادات، باب الشهداء عدول** ۱/۳۶۰

۱۰۔ آمدی، ابوالحسن علی بن ابی علی بن محمد (م-۶۳۱ھ)، **الإحکام فی اصول الأحکام**، ۲/۳۲۰، دارالکتب العلمية، بيروت ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔ شاطبی، ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ (م-۷۹۰ھ)، **الموافقات فی اصول الشريعة**، ۴/۶۲، المکتبة التجارية الکبریٰ مصر ۱۹۷۵ء۔ طوفی، نجم الدین ابی الربیع سلیمان بن عبدالقوی (م-۷۱۶ھ)، **شرح مختصر الروضة**، ۲/۱۸۱، مؤسسة الرسالة، بيروت ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء

۱۱۔ رضا، احمد الشیخ، **معجم متن اللغة، موسوعة لغوية حديثية**، ۴/۴۷، منشورات دار مکتبة الحياة، بيروت ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء

۱۲۔ جصاص، احمد بن علی ابوبکر رازی (م-۳۷۰ھ)، **احکام القرآن**، ۱/۶۱۰، دارالکتب العلمية بيروت لبنان ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ھ

۱۳۔ عبدالعزیز بخاری، علاءالدین بن احمد حنفی (م-۷۳۰ھ)، **کشف الأسرار عن اصول فخر الإسلام البزدوی**، ۲/۵۸۳-۵۸۴، دارالکتب العلمية، بيروت لبنان ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

۱۴۔ سرخسی، ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل حنفی (م-۴۵۰ھ)، **المحرر فی أصول الفقه**، ۱/۲۶۳، دارالکتب العلمية، بيروت لبنان ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء

۱۵۔ غزالی، **المستصفٰی من علم الأصول**، ص ۱۲۵، منشورت الشريف الرضی قم+ المطبعة الأميرية ببولاق مصر المحمية ۱۳۲۴ھ

۱۶۔ رازی، فخر الدین ابوعبداللہ محمد بن عمر شافعی (م-۶۰۶ھ)، **المحصول فی علم أصول الفقه**، ۳/۱۰۲۲، مکتبة نزار مصطفی الباز، المملکة العربية السعودية ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء

۱۷۔ سبکی، شیخ الاسلام علی بن عبدالکافی شافعی (م-۷۵۶ھ) وولدہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی (م ۷۷۱ھ)، **الإبهاج فی شرح المنهاج علی منهاج الوصول علی علم الأصول للبيضاوی** (م۶۸۵ھ)، ۱/۳۱۴، دارالکتب العلمية، بيروت لبنان ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء

۱۸۔ نسفی، ابوالبرکات عبداللہ بن احمد حنفی (م-۷۱۰ھ)، **کشف الأسرار شرح المصنّف علی المنار فی الأصول**، ۲/۲۱، المطبعة الکبریٰ الأميرية ببولاق مصر ۱۳۱۶ھ+ الصدف پبلشرز کراچی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۱۹۔ کاسانی، علاء الدین ابوبکر بن مسعود حنفی (م-۵۸۷ھ)، **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع** ۲۶۸/۶، دارالکتاب العربی بیروت ۱۹۸۲م

۲۰۔ ملاحظہ ہو: **صحیح مسلم بشرح النووی، کتاب الایمان، باب الکبائر و اکبرها** ۸۳/۲ **ومابعد**، دارالفکر، بیروت لبنان ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء

۲۱۔ ماحظہ ہو: **صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب قوله تعالیٰ: ان الذین یاکلون اموال الیتامی** ،۲۵/۲، مسلم بن الحجاج، ابو الحسین قشیری (م-۲۶۱ھ)، **صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر و اکبرها** ۱۸۰/۱-۱۸۴، ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث سجستانی ازدی (م-۲۷۵ھ)، **سنن ابی داؤد، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی تشدید فی اکل مال الیتیم** ۳۸۹/۲، نسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (م-۳۰۳ھ)، **سنن النسائی، کتاب الوصایا، باب اجتناب اکل مال الیتیم** ۴۶۱/۲، دار المعرفة بیروت لبنان ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

۲۲۔ ملاحظہ ہو: صدر الشریعہ، عبید اللہ بن مسعود حنفی (م-۷۴۷ھ)، **التوضیح مع حاشیته التلویح** للتفتازانی (م-۷۹۲ھ)، نور محمد اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب، آرام باغ کراچی ۱۴۰۰ھ، ابن النجار، محمد بن احمد بن عبدالعزیز حنبلی (م-۹۷۲ھ)، **شرح الکوکب المنیر المسمیٰ بمختصر التحریر أو المختبر المُبتَکر شرح المختصر فی أصول الفقه** لابن اللحام (م-۸۰۳ھ)، ۳۸۴/۲، کلیة الشریعة والدراسات الإسلامیة، جامعة الملك عبد العزیز، مکة المکرمة ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔ **کشف الاسرار للنسفی مع شرح نور الانوار** ۲۱/۲

۲۳۔ ملاحظہ ہو: مسلم بن الحجاج، ابو الحسین قشیری (م-۲۶۱ھ)، **صحیح مسلم بشرح النووی**، ۳۹/۶

۲۴۔ ملاحظہ ہو: **شرح الکوکب المنیر لابن النجار** ۳۸۸/۲

۲۵۔ **اخبار القضاة** ۱۵۶/۱

۲۶۔ حوالہ بالا ۱۷/۲

۲۷۔ حوالہ بالا ۳۰۰/۲

۲۸۔ حوالہ بالا ۳۰۰/۲

۲۹۔ حوالہ بالا ۳۰۸/۲

۳۰۔ **بدائع الصنائع** ۲۶۹/۶

۳۱۔ مرغینانی، ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل (م-۵۹۳ھ)، **الهدایة شرح بدایة المبتدی** ۱۲۳/۳، المکتبة الإسلامیة

۳۲۔ **أحکام القرآن** ۶۱۱/۱

۳۳۔ حوالہ بالا ۶۱۱/۱

۳۴۔ **اخبار القضاة** ۱۷۰/۲

۳۵۔ **أحکام القرآن** ۶۱۱/۱

۳۶۔ حوالہ بالا ۶۱۲/۱

۳۷۔ حوالہ بالا ۶۱۳/۱

۳۸۔ حوالہ بالا

۳۹۔ حوالہ بالا

۴۰۔ حوالہ بالا

۴۱۔ حوالہ بالا ۶۱۴/۱

۴۲۔ حوالہ بالا ۶۱۳/۱

۴۳۔ حوالہ بالا

۴۴۔ حوالہ بالا ۶۱۴/۱

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۴۵۔ الهداية شرح بداية المبتدى ۳/ ۱۱۸

۴۶۔ أحكام القرآن۱/۶۱۴

۴۷۔ ابن ابی شیبۃ،عبداللہ بن محمد بن ابی شیبۃ ابراھیم(م-۲۳۵ھ) **المصنف**،۵/ ۷۶،دار الفكر

۴۸۔ **أحكام القرآن** ۱/۶۱۴۔مزید دیکھیں:**شرح ادب القاضى للخصافؒ** (م-۲۶۱ھ)۱/ ۲۲۷]،الدارقطنی علی بن عمر(م-۳۸۵ھ)**سنن الدارقطنى، فى الاقضية والأحكام، عمر رضى الله تعالى عنه**، ۴/ ۲۰۶،دار المعرفة بيروت ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶م

۴۹۔ غازی محمود احمد،ڈاکٹر،**ادب القاضی** ص۱۷۲،ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۱۹۹۹ء

۵۰۔ **اخبار القضاة** ۱/ ۳۳۷، ۲/ ۸

۵۱۔ **الهداية شرح البداية** ۳/ ۱۱۸۔مزید دیکھیں: **شرح ادب القاضى للخصافؒ**(م۲۶۱ھ) ۱/ ۲۲۷

۵۲۔ **أحكام القرآن**۱/۶۱۴

۵۳۔ **بدائع الصنائع**۶/ ۲۷۰

۵۴۔ **كتاب شرح ادب القاضى للخصاف**۱/ ۲۲۸،۲۲۹

۵۵۔ حوالہ بالا

۵۶۔ خطیب بغدادی،ابوبکر احمد بن علی (م-۴۶۳ھ)،**الكفاية فى علم الرواية**، ص ۴۶، دار الكتب العلمية، بيروت۔ نووی،محی الدین یحیٰ بن شرف(م-۶۷۶ھ)،**التقريب للنووى من أصول الحديث**، ص ۳۴، مکتبہ خاور،مسلم مسجد،لاہور ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۸ء. ابن الصلاح،ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن (م-۶۴۳ھ)، **علوم الحديث المشهور به مقدمة إبن الصلاح**، ص ۲۶۴، المكتبة العلمية،مدينة منوّرة ۱۹۷۲ء. عراقی،زین الدین عبدالرحیم بن الحسین(م-۸۰۲ھ)،**التقييد و الإيضاح شرح مقدمة ابن الصلاح** (م-۶۴۳ھ)، ص۳۰۱، المكتبة السلفية، مدينة منوّرة ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء. ابن عبدالبر،ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد(م-۴۶۳ھ)،**الإستيعاب فى معرفة الأصحاب**، ۱/ ۳۸ ،مكتبة الكليات الأزهرية . ابن حجر،احمد بن علی عسقلانی(م-۸۵۲ھ)، **الإصابة فى تمييز الصحابة**،۱/۱۰، مكتبة الكليات الأزهرية. صنعانی،محمد بن اسماعیل الأمیر الحسنی (م۱۱۸۲ھ)، **توضيح الأفكار لمعانى تنقيح الأنظار**، ۲/۱۹۰، داراحياء التراث العربى ۱۳۶۶ھ. آمدی،سیف الدین ابوالحسن علی بن ابی علی بن محمد(م-۶۳۱ھ)،**الإحكام فى اصول الأحكام**،۲/ ۳۲۰، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔ ابن حزم،ابومحمد علی بن احمد بن سعید(م-۴۵۶ھ)،**الإحكام فى اصول الأحكام**،۵/ ۸۹، السنّة ادارة الترجمة و التاليف،فیصل آباد پاکستان ۱۴۰۴ھ. **شرح مختصر الروضة** ۲/ ۱۸۰ . غزالی،ابوحامد محمد بن محمد بن محمد(م-۵۰۵ھ)،**المستصفىٰ فى علم الأصول**،ص ۱۳۰، دار الكتب العلمية ،بیروت۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء۔شوکانی،محمد بن علی بن محمد(م-۱۲۵۰ھ)،**ارشاد الفحول إلى تحقيق علم الأصول**،ص۱۲۶، دارالفكر ، بیروت۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء. **شرح الكوكب المنير** ۲/ ۴۷۳۔ **روضة الناظر** ۱/ ۳۰۰۔عبدالعزیز بخاری، **كشف الأسرار** ۲/ ۵۵۹-۵۶۰

۵۷۔ جوینی،ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف(م-۴۷۸ھ)،**البرهان فى اصول الفقه**، ۱/ ۶۳۱، طبع على نفقة صاحب السمو الشيخ خليفة بن احمد آل ثانى امير دولة قطر ۱۳۹۹ھ۔**علوم الحديث** ص۲۶۵۔**التقييد والإيضاح** ص۳۰۱

۵۸۔ یہ لقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث: **ما انا عليه و اصحابى** [**جامع ترمذى، ابواب الإيمان،باب افتراق هذه الأمة** ۲/ ۲۰۰-۲۰۱] سے مستنبط ہوتا ہے اور یہ ان لوگوں کے لیے بولا جاتا ہے جو کتابِ الٰہی اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ جماعتِ صحابہ کرامؓ کے طریقوں کو بھی مأخذِ فقہ مانتے ہیں۔چوتھی صدی ہجری میں علمائے حق کے لیے **اهل السنة و الجماعة** کی اصطلاح عام ہوئی تھی۔امام ابوالحسن الاشعری کو امام اہل سنت والجماعت کا لقب دیا گیا۔سنّت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ زندگی ہے اور جماعت سے مراد حضرات صحابہ کرامؓ ہیں۔لہٰذا اہل سنّت والجماعت سے مراد وہ مسلمان ہیں جو اپنے اعتقادات،اعمال اور مسائل میں سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے اقوال و افعال کو اساس بناتے ہیں۔تفصیل ملاحظہ ہو:’’اجتہاد اور تقلید‘‘ از قاری محمد طیب ص۷۵ ومابعد،ادارہ اسلامیات لاہور۱۹۷۸ء

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۵۹۔ **الإستيعاب** ۱/۳۸

۶۰۔ شاکر، احمد محمد، **الباعث الحثيث شرح إختصار علوم الحديث** للحافظ إبن كثير (م-۷۷۴ھ)، ص۱۸۱، جمعية احياء التراث الإسلامی کویت ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء. **الإصابة** ۱/۱۰۔ سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن (م-۹۰۲ھ)، **فتح المغيث بشرح الفيّة الحديث** للعراقی (م-۸۰۶ھ)، ۹۳/۴، دار الإمام الطبری ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء

۶۱۔ **جامع الأصول** ۷۳/۱. ابن حاجب، جمال الدین ابوعمرو عثمان بن عمرو بن ابی بکر (م-۶۴۶ھ)، **منتهٰى الوصول و الأمل فی علمي الأصول والجدل**، ص ۸۰، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔ آمدی، **الإحكام فی اصول الأحكام** ۳۲۰/۲. **جمع الجوامع** ۱۶۷/۲۔ ابن اللحّام، علاء الدین ابوالحسن علی بن محمد بن علی بن عباس (م-۸۰۳ھ)، **المختصر فی أصول الفقه على مذهب الإمام احمد بن حنبل**، ص ۸۸. كلية الشريعة و الدراسات الإسلامية، جامعة الملك عبدالعزيز، مكة المكرمة، المملكة العربية السعودية ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔ امیر بادشاہ، محمد امین (م۹۸۷ھ)، **تيسير التحرير شرح على كتاب التحرير فی أصول الفقه** لإبن الهمام (م-۸۶۱ھ)، ۶۴/۳، مطبعة مصطفى البابی الحلبی و اولاده، مصر ۱۳۵۱ھ

۶۲۔ **المستصفىٰ** ص۱۳۰. ابن قدامہ، موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد دمشقی حنبلی (م-۶۲۰ھ)، **روضة الناظر و جُنّة المناظر فی أصول الفقه على مذهب الإمام احمد بن حنبل**، ومعها شرحها مزهة الخاطر العاطر لبد ران، ۳۰۰/۱، مطبعة سلفية، مصر ۱۳۴۲ھ

۶۳۔ **الإصابة** ۱۰/۱

۶۴۔ The Qanun-e-Shahadat Order 1984 [10 of 1984] Section 3.

۶۵۔ حوالہ بالا Section 17

۶۶۔ Offences against Property (Enforcement of Hudood Ordinance, 1979
Offence of Zina (Enforcement of Hudood [Ordinance VI of 1979] Section 7.
Offence of Qazf Ordinance, 1979 [Ordinance VII of 1979] Section 8.
(Enforcement of Hadd Ordinance, 1979 [Ordinance VIII of 1979] Section 6.
Prohibition (Enforcement of Hadd) Order, 1979 President's Order 4 of 1979 Section 9.

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.